

غریب عرض گزاروں کے لیے تسلی

نمبر 3468

ایک خطبہ

جو جمعرات، 22 جولائی 1915 کو شائع ہوا

سی۔ ایچ۔ اسپرژن کی زبانی

جو جمعرات کی شام، 10 نومبر 1870 کو میٹروپولیٹن عبادت گاہ، نیوونگٹن میں ارشاد ہوا

جیسے سرن یا ابابیل، میں چہچہایا؛ میں کبوتر کی مانند نوحہ کرتا رہا: میری آنکھیں اوپر دیکھتے دیکھتے دھندلا گئیں، اے "خداوند! میں ستایا گیا ہوں؛ تو میری ضمانت لے۔"
(اشعیا 14:38)

حزقیہ اپنی دعاؤں میں عیب نکالتا ہے، لیکن اُس نے دُعا تو کی۔ خُدا کے فرزند ہر وقت صاف گوئی سے بول نہیں سکتے، لیکن سب کے سب فریاد کرتے ہیں۔ کوئی بھی سچا خُدا کا فرزند ایسا نہیں جس پر گونگا رُوح غالب ہو۔ "دیکھ، وہ دعا کرتا ہے"—یہ کلام ہر اُس شخص پر لاگو ہوتا ہے جو آسمانی خاندان میں شامل ہو—اور تم اُسے کسی بھی حالت میں رکھو، جیسے کسی زندہ انسان کو سانس لینے سے باز رکھنا ممکن نہیں، ویسے ہی کسی ایماندار کو دعا سے روکنا بھی ناممکن ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو وہ سانس لے گا—اگر وہ مسیحی ہے تو وہ ضرور دعا کرے گا۔

مزید یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اگرچہ حزقیہ اپنی دعاؤں میں بہت سے نقائص دیکھتا ہے، پھر بھی اُس نے دُعا کی، اور اُسی طرح یقینی ہے کہ اُس نے اُن ناقص دعاؤں کے وسیلہ سے فریاد میں کامیابی پائی۔ وہ اُن دعاؤں کو "چہچہاہٹ" کہہ سکتا ہے—اور یقیناً اُس نے انہیں ویسا ہی محسوس کیا—لیکن بہر حال، اُسے اُن دعاؤں کا جواب ملا—اُس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ ہوا، پس یہ چہچہاہٹ تعجب انگیز طور پر بار آور ثابت ہوئی۔ جس سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ دعائیں جنہیں ہم بدترین سمجھتے ہیں، ممکن ہے کہ سب سے بہتر نکلیں؛ اور وہ دعائیں جو انسانی نگاہ میں لائق دعا کہلانے کے بھی قابل نہ ہوں، ممکن ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور ایسی مقبول ٹھہریں کہ ساری عمر ہمارے شکرگزاری کے چشمہ بن جائیں۔

میری نیت آج کی شام کو آپ سے کلام کرنے کی ہے، اس یقین کے ساتھ کہ آپ میں سے بہت سوں نے دعا کے معاملہ میں حزقیہ جیسا ہی تجربہ کیا ہوگا۔ میں پہلے اُس کی دعاؤں کے متعلق اُس کی اپنی رائے بیان کروں گا؛ پھر ہم اُن دعاؤں کی حقیقی قدر پر غور کریں گے؛ اور آخر میں ہم دیکھیں گے کہ اگر ہمیں اپنی عرضداشتوں میں وہی خامیاں ملیں جو حزقیہ کو ملیں، تو اُس صورت میں کون سی چیزیں ہمیں وافر تسلی دے سکتی ہیں۔

پس پہلے ہم دیکھتے ہیں

۱

حزقیہ کا اپنی دعاؤں کے متعلق تخمینہ :
کیونکہ اکثر ہم بھی اپنی دعاؤں کی ایسی ہی رائے رکھتے ہیں۔

وہ اپنی دعاؤں کو ابابیل کے چہچہانے سے تشبیہ دیتا ہے۔ اگر ہمیں فراغت میسر ہوتی، تو ہم اصل مفہوم کی باریکیوں میں جا سکتے تھے، مگر میں اسی ترجمہ کو کافی جانتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ سرن ایک کرخت، بے سُر اور بے ہنگم آواز نکالتا ہے؛ اور جب سرن پر ہجوم رات کی تاریکی میں فضاؤں میں پرواز کر رہے ہوتے ہیں، تو دیہاتی انہیں دیکھ نہیں پاتا—اُسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ آسمان پر کوئی پرندے موجود ہیں—اور وہ اکثر ایسی عجیب و غریب آوازیں سنتا ہے جن کی اُسے کوئی توجیہ سمجھ نہیں آتی، سو وہ اپنے گھر واپس جاتا ہے اور ساری بستی کو پریٹوں اور بھوتوں کی کہانیوں سے بھر دیتا ہے—جنہیں اُس نے دیکھا اور اُنہی غیر زمینی آوازوں سے، جو اُس نے سنی تھیں۔

سرن کی آواز نہایت بے سُر، خراش دار، اور دل دہلا دینے والی ہوتی ہے؛ اور ابابیل کی آواز کسی حد تک تیز گفتار یا چہچہاہٹ جیسی ہوتی ہے۔ تم جانتے ہو وہ نوکیلی، بلند، اور چبھتی ہوئی چیخ جیسی صدا، جو ابابیلیاں اُس وقت نکالتی ہیں جب وہ گرمیوں کے اختتام پر تمہارے سروں کے اوپر پرواز کر رہی ہوتی ہیں—نہ وہ کوئی دھن ہوتی ہے، نہ کچھ خوشنوائی، بلکہ فقط ایک نوکیلی، تیز، چھیدتی ہوئی آواز۔

حزقیہ کہتا ہے کہ اُس کی دعائیں کچھ ایسی ہی تھیں؛ اور اس کے ساتھ ہی، وہ اتنی دردناک تھیں جیسے کبوتر کی مسلسل فغاں۔ فاختائیں، اگر زیادہ دیر تک سنی جائیں، تو سامع کو افسردہ کر دیتی ہیں—اُن کی صدا غم کے اظہار کی مجسم تصویر ہے۔ اُس

نے کہا، ”میں کبوتر کی مانند نوحہ کرتا رہا۔“ پھر وہ بیان کرتا ہے کہ اُس کی دعائیں طویل ہو گئی تھیں، اور وہ تھک گیا تھا، یہاں تک کہ اُس کی دعائیں اور اُس کی آنکھیں، جواب کے انتظار میں اوپر دیکھتے دیکھتے، ماند پڑ گئیں۔

اب آؤ، ہم ان تمام باتوں کو یکجا کریں، اور ان سے جو مطلب حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حرقیہا نے، سب سے پہلے، اپنی بیماری کے ایام میں بار بار اور کثرت سے دعا کی، لیکن اُس کی دعائیں اُسے خود بے معنی معلوم ہوئیں۔ گویا اُن میں نہ اُس کے لیے کوئی مفہوم تھا اور نہ خُدا کے لیے۔ تم میں سے وہ لوگ جو مخصوص قسم کی بیماریوں سے گزر رہے ہیں، بخوبی جانتے ہو گے کہ تم نے بار بار دُعا کرنے کی کوشش کی، لیکن تم خود کو بھی یہ نہ بتا سکتے کہ تم کیا مانگ رہے ہو؛ اور جب شام کو پلٹ کر دن بھر کی طرف نگاہ ڈالی۔ ایک ایسا دن جس میں شاید تم نے ہزار بار دُعا کی۔ تو تمہیں یوں محسوس ہوا جیسے تم نے کچھ بھی نہیں مانگا۔

خیالات اوپر نیچے ہوتے رہے، ذہن اپنی اصلی حالت میں کام کرنے سے قاصر رہا، سو اگرچہ دُعا حقیقی تھی، تاہم جب تم نے اُس پر نظر ڈالی، تو وہ بالکل بے معنی معلوم ہوئی۔ اُسے کسی زخمی پرندے یا جانور کی بے اختیار چیخ سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہے، بہ نسبت اُس معقول اور پُراثر درخواست کے جو ایک جان خدا کے حضور پیش کرتی ہے۔

میں جانتا ہوں۔ اور دلی گہرائی سے یہ بات کہتا ہوں۔ کہ روز بہ روز ایسی دعائیں کرنا کیسا ہوتا ہے جن سے بہتر اور کچھ نہ ہو۔ نہ اس لیے کہ میں نہ چاہتا تھا، بلکہ اس لیے کہ نہ کر سکتا تھا۔ جب سر میں شدید درد ہو، جب ہڈیوں میں تکلیف گویا انہیں چُور چُور کر دے، تو رُوح اپنی تلخی میں خُدا کی طرف رُخ کرتی ہے، اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا اُس نے کچھ بھی نہیں مانگا۔ اُس کے الفاظ اُسے خود بے معنی لگتے ہیں، اور اُسے اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید خُدا کے لیے بھی وہ بے معنی ہیں۔ پس اُس کی دُعا اُسے بے معنی دکھائی دیں۔

پھر، وہ جانتا تھا کہ اُس کی دعائیں غیر مربوط تھیں۔ سرن کی چیخ کوئی مسلسل نغمہ نہیں۔ تم اُس سے کوئی نغمہ اخذ نہیں کر سکتے۔ بس چہچہاہٹ، چہچہاہٹ، اور پھر چہچہاہٹ، اور بس اتنا ہی۔ بعض پرندوں کے گیت میں ایک نظم ہوتی ہے، اُس کے سُر بلند یا پست ہوتے ہیں، اور تم اُسے لکھ بھی سکتے ہو۔ درحقیقت، پرندوں کے نغمے نوشت میں لائے جا سکتے ہیں اور اُن کی نقل ممکن ہے۔ لیکن سرن یا ابابیل کی فقط چہچہاہٹ میں ایک ٹوٹ کا دوسرے سے کوئی ربط نہیں ہوتا۔ کسی طور پر بھی نہیں۔

اور ہائے! خُدا کے لوگوں کی کتنی ہی دعائیں خود انہیں بھی اور شاید فی الواقع بھی نہایت بے ربط معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ایک رحمت چاہتے ہیں، لیکن اُس کے صاف اور واضح طلب سے قبل ہی اُن کی اور ضرورتیں اُن پر اس قدر ہجوم کرتی ہیں کہ وہ نہ صرف وہی، بلکہ دوسری، اور تیسری، اور چوتھی مانگنے لگتے ہیں، اور انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مانگ کیا رہے ہیں۔

انہیں دکھ، مصیبت، اور محتاجی اس قدر گھیر لیتی ہے کہ اُن کی تکلیفیں غول در غول چلی آتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں، ”جادوہا۔ ایک لشکر آتا ہے!“ اور وہ نہیں جانتے کہ اپنی دعا کو خُداوند کے حضور کس طور ترتیب دیں، نہ اُسے شے بہ شے پیش کر سکیں، نہ یہ التجا کریں، نہ وہ، جیسے وہ ان روشن ایام میں کرتے تھے، جب اُن کا ذہن زیادہ حاضر، اور ان کے خیالات زیادہ قابو میں ہوتے تھے۔

پس اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی دعائیں غیر مربوط تھیں، اور بے معنی بھی۔

اور مزید، کیا وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ اُس کی دعائیں نہایت بے سُر اور بے ہنگم تھیں، جیسے سرن کی چیخیں یا ابابیل کی صدائیں؟ بعض اوقات جب ہم کسی ایسے بھائی کو دُعا کرتے سنتے ہیں جسے دعا کا خاص عطیہ حاصل ہو، اور اُس پر خُدا کا فضل بھی ہو، تو مومن کے کانوں کو وہ دعا نہایت شیریں لگتی ہے۔ میں نے بعض خُدا کے لوگوں کی دعاؤں کو اس قدر پسند کیا ہے کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اُن سے مجھے بعض اعلیٰ شعری تخلیقات سے بھی زیادہ لطف ملا۔ اور رُوحانی طور پر اُن دعاؤں نے میرے باطن کے کانوں کو حد درجہ لطف بخشا۔

میں ایمان رکھتا ہوں کہ آسمان کے بربط خُدا کے لوگوں کی زمینی دعاؤں سے بھی زیادہ شیریں ہوں گے، لیکن پھر وہ بہت ہی زیادہ شیریں ہوں گے، کیونکہ وہ دعا جو رُوح القدس کی قوت سے ایک زندہ جان سے نکلتی ہے، اُس میں ایک الہی جوہر ہوتا ہے۔ انسانیت اُس میں موجود ہوتی ہے، مگر اُس کے ساتھ کچھ خدائی رنگ بھی شامل ہوتا ہے، اور یہ ایک ایماندار کے لیے نہایت ہی خوشگوار تجربہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو دعا کرتے سنے۔

لیکن ہائے! ہمارے ساتھ ایسے وقت بھی آتے ہیں جب ہماری دعائیں کسی قسم کی مٹھاس سے خالی ہوتی ہیں۔ اُن میں فقط انسانیت ہوتی ہے، اور وہ بھی بے سُر؛ فقط فانی پن ہوتا ہے، اور وہ بھی ایسا کہ ہمارے دانتوں تک کو چبانے لگتا ہے۔ ہمارا ہر ایک خیال منتشر ہوتا ہے، ہر ایک لفظ ناموزوں محسوس ہوتا ہے، اور جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، وہ فقط یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو پانی کی مانند اُنڈیل دیں، جیسے ایک شوریدہ طوفان ہو جو ترتیب، صورت، یا شکل سے عاری ہو، جس میں کچھ بھی دلاویز نہ ہو جو خُدا کی نظر کو متوجہ کر سکے۔

یہی حقیقہ کا اپنی دعا کے بارے میں خیال تھا—وہ غیر مربوط اور بے سُرّی تھی۔

لیکن مزید، میں یہ سمجھتا ہوں کہ حقیقہ کا مطلب یہ بھی تھا کہ اُس کی مناجات شوریدہ اور پُر آواز تھیں، کیونکہ سرن کی آواز دُور سے سنی جاتی ہے، اور ابابیل کی تیز چیخ کانوں کو چیر ڈالتی ہے، اور اُس کی دعائیں ایسی ہی تھیں۔ اگرچہ خوش نوا نہ تھیں، تو بھی کاٹ دار ضرور تھیں۔ اگرچہ کانوں کو لطف نہ دیتی تھیں، مگر سنی ضرور جاتی تھیں۔ اُس نے خدا کے حضور سنا جانا تھا—وہ اپنے باطن کی گہرائی سے اس قدر جوش اور شدت کے ساتھ چلایا کہ اُس کی دعا خدا کے تخت کے سامنے شور بن گئی۔

تاہم، وہ اپنی دعا کو اُس منظم قوت کے طور پر نہیں دیکھتا جو پُر اثر درخواست میں ہونی چاہیے، بلکہ ایک شور و غوغا کی قوت کے مانند جو ترتیب اور آداب کو فراموش کر دیتی ہے، اور صرف دل کی اندرونی تڑپ کو یاد رکھتی ہے۔ ہاں، اگرچہ ہم کبھی کبھی اپنی دعا پر عیب لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے خدا سے شور مچایا، اور اُس جلیل بادشاہی کے حضور بدتمیزی سے پیش آئے، اور اپنے پاؤں سے جوتے اُتارنا بھول گئے، تو ممکن ہے کہ جہاں ہم نے خود کو بے ادب سمجھا، وہاں دراصل ہم نے سب سے زیادہ ادب کا اظہار کیا ہو؛ اور جب ہم دعا کے بعد یہ محسوس کرتے ہیں کہ "میں نے اپنی رُوح کی تلخی اور کرب میں ایسی باتیں کہی ہیں جو مناسب نہ تھیں،" تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ خُداوند نے ہماری سچّی اور کھری فریاد کو سب سے زیادہ قبول فرمایا۔

بہر حال، حقیقہ کو اپنی دعا بے سُرّی اور پُر شور معلوم ہوئی۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس بیان میں ایک تکرار کی کیفیت بھی ظاہر ہوتی ہے—جیسے کہ سرن کی مسلسل چہچہاہٹ، چہچہاہٹ، جیسے ابابیل اپنی ایک ہی صدا کو بار بار دہراتی ہے۔ دُعا میں گہری ادیت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی ایک ہی لفظ کو بار بار دہراتا ہے۔ خود ہمارے خُداوند نے بھی ایسا ہی کیا، جب اُس نے تین بار دُعا کی اور ایک ہی الفاظ استعمال کیے۔ دُعا میں تکرار سے اجتناب بہتر ہے—یقیناً یہ اُن کو تھکا دیتی ہے جن سے ہم اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ شریک ہوں گے؛ لیکن نجی دُعاؤں میں، جب دل ایک ہی آرزو رکھتا ہے—صرف ایک تمنا، مگر بہت ہی کم الفاظ—تب وہ اُسی ایک بات کو، اُسی لفظ کو، اُسی لہجے میں بار بار دہرا سکتا ہے، اور پھر بھی بت پرستوں کی مانند بے معنی تکرار کے الزام کے تحت نہ آئے گا۔

کیونکہ محض تکرار وہ چیز نہیں جو دُعا کو باطل بناتی ہے، جب کہ رُوح خُداوند کے حضور اُسی نغمے سے فریاد کرتی ہے، کیونکہ اُس کا ذہن متفرق ہوتا ہے اور مختلف الفاظ نہ پا سکتا ہو۔ تم نے بھی، بلاشبہ، اکثر اپنی دُعاؤں کو ایسے ہی پایا ہوگا۔ تم نے کہا ہوگا، "اوہ! میں نے بار بار، بار بار، اور بار بار ایک ہی بات مانگی۔ کاش! میں بھی فلاں بھائی کی مانند دُعا کر سکتا، جو دعائیہ محفل میں ایسے عمدہ فقرے اور نادر اسلوب کے ساتھ دُعا کرتا ہے؛ لیکن افسوس! جب میں خُداوند کے حضور آتا ہوں، تو اس قدر پست ہوتا ہوں کہ چند ہی الفاظ، اور اُن کے ساتھ بہت سے افسوس—سب یہی کچھ نکل پاتا ہے، اور وہ بھی ایک شکستہ دُعا ہوتی ہے—ایسی جس میں کوئی ترتیب یا معنویت دکھائی نہیں دیتی۔ جب خُدا خود اُس پر نگاہ کرتا ہے، تو صرف اُس کا علم کامل ہی اُس میں کچھ مفہوم دریافت کر سکتا ہے، لیکن میں—افسوس!—یوں محسوس کرتا ہوں جیسے میری اُس تختِ فضل پر کی "گئی فریاد میں کوئی بھی مطلب نہ تھا۔"

اگر تم اس عبارت پر پھر نظر ڈالو، تو تم دیکھو گے کہ حقیقہ کے ذہن میں یہ تصور بھی تھا کہ اُس کی دُعا کسی کی توجہ کے لائق نہ تھی، کیونکہ جب سرن چہچہاتی ہے، یا ابابیل اپنی کھڑک مچاتی ہے، تو کوئی یہ توقع نہیں کرتا کہ کوئی رُک کر اُسے سنے گا۔ جو شخص اپنے کام کو جا رہا ہے، وہ کبھی نہ سوچے گا کہ رُک کر دریافت کرے کہ ابابیل کیا کہتی ہے۔ اُن پرندوں کی صدا کا کیا مطلب ہے، کوئی فرق نہیں پڑتا؛ اور ایسا ہی گویا حقیقہ کہتا ہے، "اے میرے خُدا، اے میرے خُدا، تُو دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ تُو آسمان میں سلطنت فرما ہے۔ تُو فرشتوں کی حمد سن رہا ہے۔ تیرے دل میں عظیم اور فہم سے بالاتر منصوبے پائے جاتے ہیں۔ تُو اپنے عجیب احکام کو پورا کر رہا ہے۔ یہ تیرے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے کہ ایک مفلس انسان، میرے مانند ایک کیڑا، بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہے، اور ایسی بے ربط اور فضول فریادیں کرے جیسی میری دعائیں ہیں؟ کہ تُو ایلہا کی دعا کو کرمل پر سنے، یہ میں سمجھ سکتا ہوں، کیونکہ وہ بڑی دعا تھی۔ کہ تُو داؤد کی سن لے، جب اُس نے تجھ سے ایسے الفاظ میں فریاد کی جو زبور میں درج ہیں، یہ بھی میں سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ دُعا ایلہا کی تھی۔ کہ تُو ہمارے باپ دادا کی آہیں سنے، میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور میں اُس کی کوئی حکمت بھی دیکھتا ہوں۔ لیکن کہ تُو میری سنے—اے خُداوند، میں "بھی اُسی طرح کھڑا ہو کر ایک چہچہاتی سرن کو سننے لگوں، جیسے میں یہ اُمید رکھوں کہ تُو رُک کر میری سنے گا۔"

کیا تم نے کبھی اپنی دُعاؤں کے بارے میں ایسا نہ سوچا؟ شاید یہاں کوئی گناہگار ہو جو آج رات اپنی دُعا کے بارے میں ایسا ہی سوچتا ہو۔ اُہ! جانِ ناتواں، خُدا سرن کی چہچہاہٹ کو بھی سنتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ضرور سنتا ہے، کیونکہ میں نے اُس کے کلام میں پڑھا ہے جو اُسی کے ہم معنی ہے: "وہ کُوں کے بچوں کی فریاد کو سنتا ہے۔" اور یقیناً اگر وہ کُوں کی فریاد سنتا ہے،

اگر ایک چڑیا بھی باپ کی مرضی کے بغیر زمین پر نہیں گرتی، تو تیری دُعا، اگرچہ وہ نہایت مبہم ہو اور اُس کی زبان خود خدائی سماعت کے لائق نہ ہو، پھر بھی وہ سُنی جائے گی، اور آسمان سے برکت لے کر اُٹے گی۔

اگر میں تمہیں اس دعا کے مطالعے سے تھکاتا نہیں، تو میں گویا تمہاری اپنی یادداشت کے لیے ایک آئینہ پیش کر رہا ہوں۔ میں یہ بھی نوٹ کرتا ہوں کہ حزیاء کا مطلب اگلے فقرے میں یہ تھا کہ اُس کی دعا نہایت غمگین اور مامی تھی۔ میں نوحہ کرتا رہا؛ میں فاختر کی مانند نوحہ کرتا رہا۔ اے میرے خُدا! میری دعا کبھی خوشی سے معمور تھی۔ میں نے ایک "آنسو بہایا، لیکن پھر حمد کا نغمہ بلند کیا۔ میں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا، لیکن پھر تیرے بخشنے والے پیار کے لیے تیرا شکر ادا کیا۔

لیکن اب سب کچھ ماتم ہے۔ میں ایک ہی تار کو چھیڑتا ہوں اور وہ بھی بے سُر ہے۔ میں کچھ نہیں کر سکتا، سوائے اُپس بھرنے، "سسکیاں لینے، اور اپنے شکستہ دل، اپنی مصیبت، اپنی ناامیدی کا اعتراف کرنے کے۔

اور پھر وہ اپنی دعا کی تصویر کشی کو اس بیان سے مکمل کرتا ہے کہ اب وہ اس سب سے تھک چکا تھا۔ اُس نے دعا میں اوپر نظر کی یہاں تک کہ اُس کی آنکھیں کمزور اور پڑمردہ ہو گئیں، اور اب وہ بمشکل پھر نظر اٹھا سکتا تھا۔ اُس کی آواز جاتی رہی، یہاں تک کہ وہ آدمی کی مانند گفتگو کرنے کی بجائے سرن کی طرح چہچہانے لگا۔ اُس کا دل نڈھال ہو چکا تھا، اور پس وہ عقاب کی سی اُمید سے جو اوپر دیکھتی ہے اور خدا کی محبت کے دل میں جھانک لیتی ہے، نیچے آ کر اب فاختر کے دل کی مانند کمزور ہو گیا، اور اب وہ ترک دعا کے قریب تھا۔

یوں لگتا تھا کہ دعا کرنا بے سود ہو گیا۔ آسمان پینٹل کی مانند تھا—خدا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اُس نے انتظار کیا—بہت دیر سے کرتا آیا تھا—اب بھی انتظار میں تھا، لیکن تاحال کوئی برکت نازل نہ ہوئی تھی۔

کیا ہم میں سے بعض اس سبق کو نہیں جانتے؟ ہمیں وہ وقت یاد ہے، جب ہم اپنی نجات کے لیے طلب کر رہے تھے، اور گویا بے نتیجہ طلب کر رہے تھے؛ اور آج ہم خدا سے کسی خاص نعمت کے طلب گار ہیں۔ ممکن ہے کہ اُس نے جواب دینے میں تاخیر فرمائی ہو اور ہم یہ گمان کرنے لگے ہوں کہ وہ سننے گا ہی نہیں، حالانکہ وہ فقرہ سچ ہے کہ "خدا کبھی اپنے وقت سے پہلے نہیں آتا، اور کبھی پیچھے نہیں رہتا۔

سو میں نے تمہارے سامنے حزیاء کی اپنی دعا کے بارے میں رائے پیش کی ہے۔

—اب، دوم، آؤ ہم ایک لمحہ ٹھہریں اور غور کریں

II

۔ خُدا کی نظر میں ہماری دُعاؤں کی حقیقی قدر۔

میرا گمان ہے کہ ہم خود بھی اس دعا کی کچھ حقیقت کو پہچان سکتے ہیں۔ اوّل تو یہ بات یقینی ہے کہ حزیاء کی دعائیں بے ریا تھیں، کیونکہ جب سرن چہچہاتی ہے تو کبھی ریاکاری نہیں کرتی۔ وہ یوں چہچہاتی ہے کیونکہ یہی اُس کی بولی ہے۔ اور ایسا ہی ہے ابابیل کے ساتھ—وہ بلبل کی آواز کی نقل نہیں کرتی، نہ عقاب کی آواز کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے—نہیں، وہ ابابیل کے اور ابابیل ہی کی مانند آواز نکالتی ہے۔

اسی طرح حزیاء کی دعا ایک عجیب دعا تھی، مگر وہ اُسی کی اپنی تھی۔ وہ کسی اور کے لیے شاید بڑی غیر مألوف اور پر اسرار رہی ہو، لیکن اُس کے لیے وہ اُس کے اپنے دل کا فطری اظہار ہے تھی—اُس کے دل کی کیفیت کی سچی ترجمانی—اور یہی بات دعا کا ایک اہم امتیاز ہے۔

آہ! آدمی کا دل اُکتا جاتا ہے جب لوگ دعاؤں میں بلند و بانگ لہجے اپناتے ہیں۔ میں نے ایسی دعائیں سنی ہیں۔ اگر کوئی آدمی کسان ہے تو اُسے کسان کی مانند دعا کرنی چاہیے، اور وہ اچھی دعا ہو گی۔ اگر کوئی عالم ہے تو وہ عالم کی سی دعا کرے۔ اگر کوئی اُن پڑھ ہے، تو وہ جو کچھ جانتا ہے، وہی دعا میں لائے، اور کسی دوسرے کی دعا کی نقل نہ کرے۔ دعا تو بس دل کا اپنے ہی الفاظ میں بہاؤ ہے۔ میرا یقین ہے کہ خُدا دعاؤں میں بناوٹ کو مکروہ جانتا ہے—وہ ہمیں، جو انہیں سنتے ہیں، بیزار کر دیتی ہیں، تو پھر خُدا کے حضور، جو ابدی اور قدوس ہے، جب لوگ دکھاوے کے الفاظ، لفاظی، اور روحانی زیبائش سے دعائیں کرتے ہیں، تو وہ کیسی ہونی چاہیے؟ میں تو اُس کی شدت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔

یقیناً حزیاء کی دعا میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ جو کچھ بھی اُس میں تھا، وہ حقیقی تھا۔ اگرچہ وہ کسی عجیب قالب میں تھی، تو بھی وہ اصل شے تھی۔ اُسی کی اپنی، جیسی بھی تھی۔ نہ کہ اُدھاری دعا، نہ کسی دوسرے کے تجربے سے لی گئی۔ اُس میں کوئی خوبی ضرور تھی۔

پھر، ممکن ہے اُس میں بہت سی کمزوریاں ہوں، مگر یہ بات بھی واضح ہے کہ وہ دعا پُر جوش تھی، کیونکہ اگرچہ وہ سرن یا ابابیل کی مانند چہچہاتا تھا، تو بھی اُس کا پورا دل اُس میں شامل تھا۔ آواز میں کشش نہ سہی، مگر دعا میں گہرائی تھی، اور اگرچہ اُسے خود اُس کی باتوں میں ربط نہ دکھائی دیتا تھا، تو بھی دل اُن چھوٹے چھوٹے مفہومی وقفوں میں شریک تھا۔ جو مختصر جھلکیاں اور معنویت کے ٹکڑے اُس دعا میں تھے، وہ مخلص تھے، بناوٹ سے پاک۔ اور یہی اُس دعا کی ایک اور خوبی تھی۔ وہ ایک شدید دعا تھی، ایک سوز و گداز سے بھری دعا، جو خُدا کے کانوں تک پہنچ گئی۔

یقیناً، اگر ہم مزید غور کریں، تو یہ بھی ایک ثابت قدم دعا تھی، کیونکہ جب وہ کہتا ہے کہ "میری آنکھیں جاتی رہیں،" تو دراصل وہ یہ بیان کر رہا ہے کہ اُس نے اُس وقت تک نظر اُٹھائی جب تک آنکھیں ماند نہ ہو گئیں، اور اُس نے نظر اُٹھانا ترک نہ کیا، اگرچہ اُسے خوف تھا کہ شاید اب وہ اُٹھا نہ سکے گا، اور وہ یہ مصیبت خیال کرتا تھا کہ اگر وہ دعا سے باز آئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُس صالح مرد کے دل میں ایک مضبوط عزم تھا۔ اُس نے دعا کو ترک نہ کیا۔ اُس میں یہ سنہری، یہ الماسی جوہر موجود تھا کہ وہ دعا میں ثابت قدم رہا۔ کہ وہ دعا میں لجاجت سے لگا رہا۔

اور پھر، اگر ہم اُس آیت کے آخری جملے کو اُس دعا کا نمونہ اور لبِ لباب سمجھیں، جیسا کہ میرا ماننا ہے، تو کیا ہی عظیم دعا تھی وہ، آخر کار۔ کاش ہماری بلند پایہ دعائیں، اگر وہ ایسی ہوں جیسی حزیاء کی چہچہاٹ، تو نصف بھی ہوں۔ "میں مغلوب ہوں؛ تُو میرے لیے ضامن ہو جا۔"

یہ دعا کیوں اتنی شاندار ہے؟
یہ جتنی مختصر ہے، اتنی ہی کامل ہے۔ اختصار بھی ایک خوبی ہے، لیکن یہ دعا کامل معنی سے بھرپور ہے۔ وہ اپنا معاملہ خدا کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ خدا سے فریاد کرتا ہے
اے پہوواہ! میں مغلوب ہوں، تُو میرے لیے ضامن ہو جا۔
تُو ہی مجھے رہائی دے سکتا ہے۔
"میرا گناہ دیکھ اور مجھے اُس سے نکال۔"

حزیاء نہایت توکل سے دعا کرتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اگر خُدا بس اُسے اپنی ضمانت دے دے، تو بس اُسی سے سب کچھ حاصل ہے۔ اُسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے خُدا کی۔
"تُو میرے لیے ضامن ہو جا۔"
اور اس کے الفاظ کا مطلب ہے:
میری ضمانت لے لے۔ مجھے وعدہ دے۔ میرے ساتھ ضمانت کا عہد باندھ۔
"بس فرما دے کہ ایسا ہو گا، اور میں مطمئن ہوں گا، خواہ تھوڑی دیر اُس کے پورا ہونے کا انتظار بھی کرنا پڑے۔
یہ ایک پُر توکل دعا ہے۔

اور مزید دیکھیے، یہ ایک راضی بہ رضا دعا ہے۔
وہ خُدا کے سامنے کوئی شرط نہیں رکھتا، بلکہ ہوں کہتا ہے
اے خُداوند، تُو میرے لیے ضامن ہو جا۔
یہ ہے میرا معاملہ، بس تُو اُسے انجام تک پہنچا۔
یہ جہاں چاہے ختم ہو، جیسا تیرا منشا ہو، ویسا ہی ہو۔
میں، ایک غمزدہ اور مغلوب جان، جو بیماری سے دبا ہوا ہے
اپنی دوہری مصیبت تیرے سپرد کرتا ہوں اور کہتا ہوں
"میرے ساتھ جو چاہے کر، اور میں راضی ہوں۔"

پھر اگر میں کہہ سکوں
تو یہ ایک خالص دعا ہے۔
اکثر لوگوں کی دعائیں کسی نہ کسی سہارے پر موقوف ہوتی ہیں یا ثانوی خواہشات سے آلودہ ہوتی ہیں۔
بسا اوقات اُن کے دل میں خدا کے ساتھ کچھ اور بھی حساب ہوتے ہیں
لیکن یہ دعا بالکل صاف و شفاف ہے۔
اے خُداوند، میں کسی اور سے مدد نہ مانگتا ہوں۔
میں اندر کی طرف بھی نہیں جھانکتا، بلکہ تیری طرف آتا ہوں۔

میں خوفزدہ ہوں،
پر تُو—اے تُو—میرے لیے ضامن ہو جا۔
میری اُمید وہیں ہے اور صرف وہیں۔
میری نجات تجھ ہی سے ہے۔
"میرے لیے ضامن ہو جا"

اور پھر، یہ دعا یقینی طور پر مقبول بھی ہوئی، جیسا کہ نتیجہ ظاہر کرتا ہے۔
اگرچہ اُس نے اپنی دعا میں بہت سی کمزوریاں پائیں—اگرچہ وہ سرن کی مانند چہچہایا—تو بھی اُسی چہچہانے سے اُسے
زندگی کے پندرہ برس مزید بخشے گئے۔
اُس کی دعائیں بے ربط تھیں اور بے سُر تھیں
اور وہ ساری باتیں تھیں جو ہم نے بیان کیں
لیکن اُنھی دعاؤں کے جواب میں وہ موت کے دروازوں سے چھٹکارا پایا
اور وہ خدا کے گھر میں خوشی کے گیت گاتے ہوئے آیا
کیونکہ خداوند نے اُس کی دعائیں سنی تھیں۔

—آہ! کیا ہی عجیب بات ہے کہ کمزور دعائیں کیا کچھ کر سکتی ہیں
ناقص دعائیں کیسے اثر رکھتی ہیں۔
وہ دعائیں جنہیں شاید دوبارہ دعا بننے کی ضرورت ہے
جب وہ یسوع کے قیمتی خون سے دھل کر
اُس کی خوشبو کے ساتھ، جو مغلوبوں کے لیے ضامن ہوا
—اوپر جاتی ہیں
!تو کیسی قبولیت اُنہیں آسمان پر حاصل ہوتی ہے

یوں میں نے مختصر طور پر اُس دعا کی قدر پر روشنی ڈالی ہے
جسے حرقیہ نے خود بہت معمولی جانا۔

اور اب فرض کریں کہ آپ اور میں بھی ایسی ہی حالت میں ہوں،
کہ ہماری دعائیں بھی محض بے ربط اور کمزور سی محسوس ہوں
تو میں پُر یقین ہوں کہ وہ درحقیقت بہت قیمتی ہیں۔

اب اُو ہم اُس تعلیم کی طرف متوجہ ہوں جو یہاں موجود ہے
اور پوچھیں

III

- ہمارے لیے تسلی کہاں ہے؟

کیوں، یہاں کئی غور طلب باتیں ہیں، جنہیں میں اختصار سے بیان کروں گا۔ اوّل تو، تم دیکھو گے کہ کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ
دعا اُس وقت تک سنی نہ جائے گی جب تک وہ کامل نہ ہو، اور نہ ہی یہ فرمایا گیا کہ جب دعا ناقص ہو تو وہ رد کر دی جائے
گی۔ فرض کرو میری دعا بے ربط ہے—کیا خداوند نے کبھی فرمایا کہ دعا کا ربط میں ہونا لازم ہے، ورنہ وہ اُسے نہ سنے گا؟
اگر میری دعا بے سُر ہے—کیا خدا اپنی قوم کے نالوں میں نغمگی تلاش کرتا ہے؟ مجھے تو یقین ہے کہ وہ اُسے پاتا ہے،
کیونکہ باپ کو اپنے شیر خوار کی چیخ میں بھی موسیقی محسوس ہوتی ہے، اور اُسی طرح خدا اپنے فرزندوں کے نالوں میں بھی
نغمہ پاتا ہے۔ لیکن وہ موسیقی وہاں نہیں ہوتی—وہ صرف اُس کے کانوں میں ہوتی ہے—خدا کی محبت اُسے وہاں رکھتی ہے۔

میری خطا کیا ہے، اگر میری دعا پُر شور ہو؟ کیا خداوند نے کبھی فرمایا کہ وہ شور سے بھرپور دعا نہ سنے گا؟ کیا اُس نے
ایک تمثیل میں یہ نہ فرمایا کہ ایک بیوہ نے ایک ظالم قاضی سے اپنی فریاد زور دے کر منوائی؟ اور اگر میری دعا میں تکرار
ہو، تو کیا اُس نے کبھی یہ فرمایا کہ وہ اُسے نہ سنے گا، کیونکہ اُس میں مختلف الفاظ نہ تھے؟ اوہ! میں اُس چیز کی مذمت نہ
کروں جسے خدا نے مذموم نہیں ٹھہرایا۔ جسے وہ پاک کہے، اُسے میں عام اور ناپاک کیسے کہہ سکتا ہوں؟ اگر میری دعا
مخلص ہو، اور اگر اُس نے کبھی نہ فرمایا کہ ایسی دعا قبول نہ ہو گی، تو مجھے اُس پر قائم رہنا چاہیے۔ اور اگر میری خامیاں
اُس کے کلام کے مطابق میری دعا کو خارج نہیں کرتیں، تو میں کیوں خیالی خدشوں کو پالوں کہ وہ دعا رد ہو جائے گی؟

یاد رکھو، اے بھائیو، جب ہم اپنے دل میں ویسے دعا نہ کر سکیں جیسے کرنا چاہتے ہیں، تو کچھ وعدے اب بھی باقی ہیں، جنہیں ہم خدا کے حضور رکھ سکتے ہیں—جیسے کہ یہ وعدہ: "میں تجھ کو برگز نہ چھوڑوں گا اور تجھ کو برگز نہ چھوڑوں گا۔" میرے آقا نے یہ نہیں فرمایا، "میں تجھ کو اُس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تیری دعائیں مکمل، ہم آہنگ، اور زور دار ہوں۔" اگر اُس نے ایسا کہا ہوتا، تو میری جان نا اُمید ہو جاتی، لیکن اُس نے فرمایا، "میں تجھ کو برگز نہ چھوڑوں گا، برگز نہیں۔" پس میری دعا کی خامیاں مجھے دور نہ کریں۔ اور اگر میں چہچہاؤں بھی، تو تُو یہ نہ فرمائے گا، "میں یہ چہچہانا برداشت نہیں کر سکتا۔" نہیں، بلکہ تُو پھر بھی ٹھہر کر سنے گا، کیونکہ تُو نے فرمایا ہے، "میں تجھ کو برگز نہ چھوڑوں گا۔" اوہ! تیرے وعدے میرے لئے تسلی اور تقویت کا باعث ہوں گے۔

پھر، اے بھائیو، کتاب مقدس میں کئی ایسی دعائیں درج ہیں، جنہیں خدا نے سنا، حالانکہ وہ دعائیں اُس معیار پر پوری نہ اُترتی تھیں، جو ہم اپنی دعاؤں کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ موسیٰ کی دعا کو دیکھو جب وہ بحر قلزم پر تھا—میں نہیں دیکھتا کہ اُس نے کچھ کہا ہو، پھر بھی خداوند نے فرمایا، "تو مجھ سے کیوں فریاد کرتا ہے؟" میرا خیال ہے وہ اندر سے بہت مضطرب تھا—اُسے اُس گھڑی میں وقت یا موقع نہ تھا کہ کئی جملے بولے، لیکن خدا نے اُس کی فریاد سنی۔

اور وہ غریب حنا جب بیکل میں گئی—تم جانتے ہو اُس کی دعا کیسی تھی—اُس نے صرف ہونٹ ہلائے—اور وہ ضرور دل شکستہ تھی، کیونکہ عیسیٰ نے اُسے شرابی سمجھا اور ملامت کی، اور اُس نے کہا، "اے میرے آقا، میں ڈکھی دل کی عورت ہوں،" اور خدا نے حنا کی دعا سنی۔

داؤد اکثر زوروں میں کہتا ہے کہ وہ دباؤنا تھا۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ وہ نظریں اُٹھا نہ سکتا، اور اپنے آپ کو سخت غم زدہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن خدا نے اُسے سنا۔ اے بھائیو، تمہارے پاس خدا کے کلام میں بے شمار مثالیں ہیں، اور کلیسیا کی تاریخ میں بھی کہ خدا اپنے فرزندوں کی ٹوٹی ہوئی دعائیں سنتا ہے۔ شاید تم نے خود بھی اِس کا تجربہ کیا ہو۔

اوہ! میں نے کیا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں—وہ دعائیں جنہیں میں کوڑے دان میں پھینک دیتا—اُس نے اُن کا جواب دیا۔ میں جانتا ہوں کیوں—یہ اس لیے نہیں کہ اُن دعاؤں میں کچھ خاص تھا، بلکہ اُس نے میری ایسی دعا کا جواب دیا گویا وہ بزرگوں کی دعا تھی۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوا؟ تمہاری آپیں تمہیں نغموں کی صورت میں واپس ملی ہوں، تمہارے آنسو تم پر رحمت کی بارش کی صورت میں ٹپکے ہوں، اور تمہاری اذیت کی پُکار رُوح القدس کی طرف سے تسلی بخش وعدوں کے ساتھ لوٹی ہو۔

اب یہ باتیں تمہیں تسلی اور تشفی دے سکتی ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان باتوں کو بیان کر کے، دو اور نکات کا ذکر کروں، اور پھر ختم کروں۔

اگلا نکتہ یہ ہے—ہمیں اپنی دعاؤں کے ٹوٹے پن سے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، جب ہمیں یہ یاد ہو کہ "رُوح ہماری شفاعت کرتا ہے اُن آہوں سے جو بیان میں نہیں آتیں۔" پس، جب میرے پاس الفاظ ختم ہو جائیں، اور میں الفاظ میں دعا نہ کر سکوں—جب میرے پاس اتنی گہری معنویت ہو کہ زبان ساتھ نہ دے—ایسی شدید کیفیات جن میں "گہرائی گہرائی کو بلاتی ہے تیرے آبشاروں کی گرج سے"، اور اگر میں بولوں بھی، تو وہ گویا موجوں اور طوفانوں کی زبان ہو—گہرا، کھوکھلا، سنجیدہ شور، اور کچھ نہ کہہ سکوں، تو میں رُوح کی دعا کے قریب آ گیا ہوں—میری جان اُس بے مثال شفاعت سے ہم آہنگ ہو رہی ہے۔ جو آپیں ہم نہ نکال سکیں، وہ رُوح نکالتا ہے—اور جب ہم اپنا مطلب نہ سمجھ سکیں، تو وہ ترجمہ کرتا ہے۔ وہ خدا کی مرضی کے مطابق ہماری شفاعت کرتا ہے۔

اگلا میٹھا خیال یہ ہے کہ ہماری دعائیں باپ کے دل سے معاملہ کرتی ہیں۔ اب ایک چھوٹا بچہ—مثال تھوڑی تبدیل کرتے ہیں—ایک چھوٹا بچہ کچھ چاہتا ہے اور میں کمرے میں ہوں، مگر مجھے معلوم نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔ اُس کی چیخ مجھے الجھن میں ڈال دیتی ہے، شاید مجھے اذیت پہنچاتی ہے۔ مگر کمرے میں ایک ہستی ایسی ہے جو جانتی ہے بچہ کیا چاہتا ہے، جیسے کہ وہ اپنی خواہش کو الفاظ میں بیان کر سکتا، حالانکہ وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ وہ بے ماں، جو شدید محبت رکھتی ہے، اور اُس کی محبت اُس نامکمل زبان کا ترجمہ کرتی ہے۔

جیسے باپ اپنے بیٹے پر ترس کھاتا ہے، ویسے ہی خداوند اُن پر ترس کھاتا ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں۔ "جیسے ماں اپنے بیٹے کو تسلی دیتی ہے، ویسے ہی وہ ہمیں تسلی دیتا ہے۔" اور جب وہ ہماری آہ سنتا ہے، اُس کی محبت ہم سے ماں کی محبت سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے، اور وہ ہماری مراد کو جان لیتا ہے۔ اوہ! اُسے الفاظ کی حاجت نہیں۔ وہ رُوح ہے۔ اُسے آواز کی حاجت نہیں، گویا وہ کانوں سے سنتا ہو—وہ رُوح کی آواز سنتا ہے، اور گہری آہ اکثر رُوح کی گرج دار صدا ہوتی ہے، جب کہ ہماری بہترین زبان شاید محض رُوح کی سرگوشی سے بہتر نہ ہو۔

اور اُس پر خدا کا جلال ہو، جو ہماری دعاؤں کو اپنے فضل سے سنتا اور قبول کرتا ہے۔

آخرکار، اور شاید یہی تسلی کا سب سے کامل سرچشمہ ہے، کہ مسیح ہمارے لیے شفاعت کرتا ہے۔ وہ باپ کی دینی طرف موجود ہے۔ وہ محبت کا آدمی، مصلوب یسوع۔ ہمارے پاس صرف وہ رُوح نہیں جو تلاش کرتا ہے۔ وہ رُوح جو ہماری نیت کو اور خُدا کی نیت کو جانتا ہے، اور وہ باپ کی محبت جو ہمارے دل کو پڑھتی ہے، یہاں تک کہ ہم مانگنے سے پیشتر ہی وہ ہماری حاجتوں سے واقف ہے۔ بلکہ ہمارے پاس مسیح یسوع، خُدا کا بیٹا بھی ہے، جو انسان ہونے کے ناطے ہر اُس دکھ کو اپنے طور پر دوبارہ محسوس کرتا ہے جس سے اُس کا ہر ایک عضو گزرتا ہے۔ وہ بھی ہماری مانند انسان تھا، اور اسی لئے انسانی ہمدردی کے ہر جذبے سے متاثر ہوتا ہے۔

اُس نے خود دعا کی شکستگی کا تجربہ کیا۔ جب اُس نے فرمایا، "میری جان یہاں تک غمگین ہے کہ مرنے کو ہے"، اور جب اُس کا پسینہ گویا خون کے بڑے بڑے قطرے بن کر زمین پر گرا۔ یہی اُس کی اپنی دعا کی حالت تھی۔ صلیب پر اُس کی فریادیں۔ وہ کیا تھیں سوا ٹوٹی پھوٹی دعاؤں کے؟ وہ منتشر کلمات جن میں رنج و کرب چھپا ہوا تھا۔ اُسے سخت آزمائش کا مفہوم معلوم ہے، کیونکہ اُس نے خود اُسے چکھا، اور اُسے اُن دکھوں اور اندرونی اذیتوں کا مفہوم بھی معلوم ہے جو دعا کی گہرائی میں پوشیدہ ہوتے ہیں، کیونکہ اُس نے اُن سب میں سے گزر کیا۔

پس اُو، اُو اے دل شکستہ لوگو، رحم کے تخت کے پاس۔ اگرچہ تمہاری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہوں، تو بھی اُنہیں آسمان کی طرف اُٹھانے رکھو۔ اگرچہ کوئی دلجو ابھی تک نہ ملا ہو، تو بھی اپنے مالک کے دروازے کے آستانہ پر ٹھہرے رہو۔ انتظار کرو، کیونکہ دن کا اجالا نزدیک ہے۔ جب رات سب سے زیادہ سیاہ ہو، تو دن کی روشنی قریب تر ہوتی ہے۔ پھر بھی منت کرتے رہو، دعا کرتے رہو، کیونکہ وہ تمہاری سُنتا ہے۔ اُس کے لیے ایک آہ میں بھی موسیقی ہے، اور ایک آنسو میں بھی حسن پوشیدہ ہے۔ عاجزی سے فریاد کرنے والا ناکام نہیں ہو سکتا۔ "مانگنے والے کو دیا جائے گا؛ ڈھونڈنے والا پائے گا؛ اور "کھٹکھٹانے والے کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔"

اب کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ اگرچہ اس وعظ کا بڑا حصہ خُدا کے فرزند سے متعلق ہے، تو بھی ایک نرم روشنی اُس گناہگار پر بھی پڑتی ہے جس کی دعا بھی ایسی ہی ہے؟ تم تو شاید اس عبادت گاہ میں آنے کی بھی ہمت نہ رکھتے ہو۔ اور جب کسی طرح کرسی ملتی ہے، اور ترانہ گایا جا رہا ہوتا ہے، تو تم خود کو اُس میں شریک کرنے کے قابل نہیں پاتے۔ تم اُس کو گناہ نہیں سکتے، اور اگر کلام مقدس سے کوئی وعدہ پڑھا جا رہا ہو، تو تم کہتے ہو، "میں اُسے لے نہیں سکتا، وہ میرا نہیں، میں اُس کے لائق نہیں۔"

ہاں، لیکن میں جانتا ہوں تم نے اُس وقت کیا کہا جب کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ تم نے کہا، "اے خُدا! مجھ گناہگار پر رحم کر۔" تمہارے باپ نے تمہیں سُننا۔ تمہارا باپ تمہیں جواب دے گا۔ آج کی شب وہ تمہارے سامنے اپنے پیارے بیٹے کی کفارہ دینے والی قربانی کو رکھتا ہے۔ یسوع گناہگاروں سے محبت کرتا ہے۔ وہ گناہگاروں کے لیے مرا۔ وہ گناہگاروں کے لیے شفاعت کرتا ہے۔ اُس پر ایمان لا، اور تمہارے گناہ جو بہت سے ہوں۔ معاف کیے جائیں گے، اور اگرچہ تم بجائے نالہ و فریاد کے محض چہچہاتے ہو جیسے کلغی یا ابابیل، تو بھی تم سلامتی کے ساتھ اپنے گھر کو واپس جاؤ گے۔ اُس شخص کی نسبت زیادہ راستباز ٹھہرائے جاؤ گے جس کی طویل دعا محض دکھاوا ہے، اور جس کی زبان اُس کے منافق دل پر پردہ ہے۔

خُدا تمہیں برکت دے، مسیح یسوع کی خاطر۔ آمین۔

تفسیر بہ قلم سی۔ ایچ۔ اسپرجن

زبور 77؛ مکاشفہ 15:20-21

زبور 77

:آیت 1

"میں نے خدا کی طرف اپنی آواز سے فریاد کی، بلکہ خدا ہی کی طرف اپنی آواز سے فریاد کی؛ اور اُس نے میری سُنی۔"

مصنّف شدید دُکھ میں مبتلا تھا۔ اُس مصیبت نے اُس کے دل سے نہایت تلخ اور پُر درد نالہ و فریاد برآمد کروایا۔ اُس کا دل غم سے چُور تھا، مگر اُس کی فریاد جو جسم کی کمزوری تھی۔ خُدا کے فضل سے رُوح باسماں ہو گئی، اور یوں وہ فضل کا ذریعہ بنی۔ اُس نے فریاد کی، مگر انسانوں سے نہیں جیسا کہ اکثر ہم کرتے ہیں، بلکہ خدا سے۔ "خدا ہی کی طرف"، وہ دو بار کہتا ہے، "میں نے فریاد کی۔"

اور خُدا سُننا ہے جب دوسرے نہیں سُنتے، اور مبارک ہے اُس کا نام، وہ جواب بھی دیتا ہے جب اور کوئی نہیں دے سکتا۔

ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں خُدا نے دُکھ میں ڈوبے ہوئے اشخاص کی دعا کو سُنّا، یہاں تک کہ سب سے زیادہ مضطرب انسان کو بھی دعا کرنے کے لیے دلیر ہونا چاہیے۔ کیا یُونانہ نے ویل کی پیٹ سے دعا نہ کی، اور کیا خُدا نے اُسے ربائی نہ بخشی؟ کیا منسی نے تہ خانہ کی تاریکی میں پکار نہ کی، اور حالانکہ وہ بڑا گناہگار تھا، تو بھی خُدا نے اُسے ربائی دی؟

اوہ! آئیے ہم یہ ایمان رکھیں کہ دعا میں قدرت ہے، کیونکہ خُدا اُن کی دعا سُنّتا ہے جو اُس کے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں۔

:آیت 2

مصیبت کے دن میں نے خداوند کو ڈھونڈا؛ رات بھر میرا زخم بہتا رہا اور بند نہ ہوا؛ میری جان تسلیٰ قبول کرنے سے انکاری "رہی۔"

وہ اُن عام تسلیوں پر راضی نہ ہوا جو دوستوں کے دلاسوں سے میسر آتیں—اُس کا حال ایسا شدید اور نازک تھا کہ اُسے صرف آسمانی تسلیٰ درکار تھی اور کچھ بھی نہیں۔

میں تسلیٰ نہ پاؤں گا جب تک یسوع مجھے تسلیٰ نہ دے—"یہ ایک نیک و پاک عزم ہے۔" کاش کہ وہ لوگ جو جلد بازی میں بے وقت کی تسلیٰ تلاش کرتے ہیں—ایسی تسلیٰ جو رُوح کے لیے صحت مند نہیں—یہ ٹھان لیں کہ

میری فریاد فقط خُدا تک جائے گی، اور خُدا رُوح القدس ہی سے میں وہ تسلیٰ قبول کروں گا جو دل کی گہرائیوں میں اُترتی "ہے۔"

:آیت 3

"میں نے خدا کو یاد کیا اور دل گرفتہ ہوا۔" یقیناً یہ بات بجا تھی کہ میں خدا کو یاد رکھوں—یہی دنیا میں سب سے زیادہ تسلیٰ بخش بات ہے—اور اگرچہ ابتدا میں اس نے تسلیٰ نہ دی، لیکن انجام کار اُس نے مجھے سنبھالا۔

"میں نے فریاد کی، اور میری رُوح مضطرب ہو گئی۔" پس یہ کوئی نئی بات نہیں کہ خُدا کے برگزیدہ بھی سخت غم و الم سے گزرتے ہیں۔ اے ماتم کرنے والے، تُو جس راہ پر چل رہا ہے، وہ راہ بزرگوں کے قدموں سے بھری ہوئی ہے۔

:آیات 3 تا 5: سیلہ

تُو نے میری آنکھوں کو بیدار رکھا؛ میں ایسا پریشان تھا کہ بول نہ سکا۔ میں نے ایام سابقہ کو یاد کیا، زمانہ ہائے قدیم کے "برسوں کو سوچا۔" میں نے تیرے کلام میں تیری اُمت کے تجربات کو پلٹ پلٹ کر دیکھا کہ آیا تو نے کبھی اُن میں سے کسی کو ترک کیا ہو۔

:آیت 6

"میں نے رات کے وقت اپنے گیت کو یاد کیا؛" یہ دیکھنے کو کہ کیا تو نے مجھے ایام گزشتہ میں ترک کیا؟ میں نے تیرے وفادار احسانوں کی اپنی زندگی میں جھلک دیکھی۔

:آیات 6 تا 9

میں نے اپنے دل سے گفتگو کی، اور میری رُوح نے جانفشانی سے تلاش کی۔ کیا خداوند ابد تک رد کر دے گا؟ اور کیا پھر "کبھی مہربان نہ ہوگا؟ کیا اُس کی رحمت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی؟ کیا اُس کا وعدہ ہمیشہ کے لیے باطل ہو گیا؟ کیا خُدا نے فضل "کرنا بھلا دیا؟ کیا اُس نے قہر میں اپنی رحمتیں بند کر دی ہیں؟ سیلہ

کیا وہ پھر کبھی مہربانی نہ کرے گا؟

یہ سب سوال کرنا بجا ہے۔ جب ہم انہیں صاف دل سے اپنے دل کے سامنے رکھتے ہیں، تو ان کا جواب خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔ مگر جب یہ سوالات ہماری رُوح میں پوشیدہ، بے شکل اور مہیب سائے بن کر گھومتے ہیں، تو ہمیں ڈرا دیتے ہیں۔

بہتر ہے کہ ہم اپنی جان سے صاف گوئی سے معاملہ کریں، اور کہیں، "اے میری جان، تُو کیوں پڑمردہ ہے؟ تُو اندر ہی اندر "کیوں بے چین ہے؟"

:آیات 9 تا 10: سیلہ

"اور میں نے کہا"

جب میں نے سب کچھ سوچ کر راست فیصلہ کیا، جب میں نے اپنے خوف کو کچھ دیر کے لیے خاموش کیا تاکہ عقل سے سنوں، تب میں نے کہا:

:آیت 10

"یہ میری کمزوری ہے؛ لیکن میں اُس حق تعالیٰ کے دہنے ہاتھ کے برسوں کو یاد رکھوں گا۔" میں اُس وقت کو یاد کروں گا جب میں خُدا کے دہنے ہاتھ کے قریب تھا اور اُس کی محبت کی دھوپ میں جی رہا تھا۔ ماضی کے مذبحوں سے جلتے ہوئے کونلے اُٹھا کر آج کے اندھیروں کو روشن کروں گا۔

:آیات 11 تا 13

میں خُداوند کے کاموں کو یاد کروں گا؛ بے شک میں تیری قدیم شگفتگیوں کو یاد رکھوں گا۔ میں تیرے سب کاموں پر غور کروں گا اور تیرے کارناموں کی باتیں کروں گا۔ اے خُدا! تیری راہ مقدس میں ہے؛ کون سا معبود ہمارے خُدا کی مانند عظیم ہے؟

"یا بہتر یوں کہیں: "تیری راہ قدوسیت میں ہے۔"

اے میرے خُدا! جو کچھ تُو کرتا ہے، وہ سب حق ہے۔ میں ڈرتا تھا، میں کانپتا تھا، پر اب جان گیا ہوں کہ سب کچھ بجا ہے۔

:آیات 13 تا 14

کون سا معبود ہمارے خُدا کی مانند عظیم ہے؟ تُو وہی خُدا ہے جو عجائبات کرتا ہے؛ تُو نے قوموں کے درمیان اپنی قدرت ظاہر کی ہے۔

اوہ! اگر ہم سب بیان کریں کہ خُدا نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے، تو ہم سچائی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اُس نے ہمارے درمیان اپنی قوت ظاہر کی۔ اُس نے اپنی فضل کی قدرت ہمارے حالات میں آشکار کی ہے۔

:آیت 15

"تُو نے اپنی بازو سے اپنی اُمت کو چھڑایا، یعقوب اور یوسف کے بیٹوں کو۔" پرانے زمانے کے مقدسین اکثر اسرائیل کی مصر سے رہائی کو یاد کرتے تھے۔ یہ اُن کے لیے تسلیٰ کا سرچشمہ تھی، اور وہ اُسے روحانی گیتوں میں ڈھالتے تھے۔

اب جب ہم آسمان پر ہوں گے تو ہم بھی یہی کریں گے، کیونکہ ہم موسیٰ اور برّہ کا گیت گائیں گے۔ پس آج کی کلیسیا کو بھی چاہیے کہ وہ اُسی کنویں سے تسلیٰ کا پانی نکالے۔

یہاں زبور نویس ہمیں بحرِ قلزم کے پار گزرنے کا منظر پیش کرتا ہے، گویا یہ خُدا کی اُس راہ کی تمثیل ہے جس کے ذریعے وہ قیامت تک اپنے لوگوں کو نجات دے گا۔

:آیات 16 تا 20

اے خُدا! پانیوں نے تجھے دیکھا؛ پانیوں نے تجھے دیکھا تو وہ کانپ اُٹھے؛ گہراؤ بھی تزلزل میں آ گئے۔" بادلوں نے پانی برسایا؛ آسمانوں سے آواز آئی؛ تیر بھی ادھر ادھر روانہ ہوئے۔ "تیری گرج کی آواز آسمان میں تھی؛ بجلیوں نے دُنیا کو روشن کر دیا؛ زمین لرز اُٹھی اور ہل گئی۔

خروج کی راہ اور آسمانی رویا — زبور ۷۷:۲۰ اور مکاشفہ ۱:۱۵-۲۰
ترجمہ بہ اندازِ کتابِ مقدس و اصطلاحاتِ مقدسہ (وان ڈائیک طرز پر)

تیری راہ سمندر میں تھی، اور تیری روش بڑے پانیوں میں، اور تیرے قدموں کا پتا نہ چل سکا۔ تُو نے اپنے لوگوں کو موسیٰ اور "بارون کے ہاتھ سے گلہ کی مانند ہنکا کر لے آیا۔"

بس ایک لمحہ اس منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیے۔ جس طرح خُداوند نے بنی اسرائیل کو مصر سے رہائی بخشی اور اپنے نام کو جلال دیا، اُسی طرح وہ آپ کو بھی رہائی دے گا۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ راہ پوشیدہ ہو، ایک ایسی راہ جس کا آپ کو ادراک نہ ہو۔ اُس کی راہ بڑی گہرائیوں میں ہو گی؛ آپ اُس کی قدرت کو تو دیکھیں گے، لیکن پہلے نہ جان سکیں گے کہ وہ کیونکر ظاہر ہو گی۔

بس اُس کی پیروی کیجئے جہاں وہ راہنمائی کرے، کیونکہ جس طرح گرج اور بجلیوں کے بیچ اُس نے اپنی اُمت کو ایسی نرمی اور اطمینان سے ہنکایا جیسے چرواہا اپنی بھیڑوں کو ہنکاتا ہے، اُسی طرح آپ بھی، جو کچھ بھی ہو، پہوواہ کو اپنا چرواہا پا کر سلامتی سے راہ پائیں گے، جب تک کہ آپ آسمانی شہر تک نہ پہنچیں۔ اُنیے، بحرِ قلزم کا گیت گائیں۔

مکاشفہ 20-15:1

پہلی چودہ آیات میں ہم صعود یافتہ مسیح کی جلالی تصویر کا کچھ حصہ دیکھ چکے، اور یہاں اُس کی تکمیل ہے۔

:آیت 15

"اور اُس کے پاؤں تانبے کی مانند تھے جو بھٹی میں تپایا گیا ہو؛ اور اُس کی آواز بڑی پانیوں کی آواز کی مانند تھی۔" ایسے جیسے سمندر طوفان سے بپھرا ہو، جیسے آبشاریں اپنے سربفلک چٹانوں سے گرتی ہوں—ایسی تھی مسیح کی آواز۔

:آیت 16

اور اُس کے دہنے ہاتھ میں سات ستارے تھے؛ اور اُس کے منہ سے ایک تیز دو دھاری تلوار نکلتی تھی؛ اور اُس کا چہرہ ایسا "چمکتا تھا جیسا آفتاب اپنی پوری قوت سے چمکتا ہے۔" کیا ہی جلیل و شاندار تمثیلات ہیں! ایسا منظر دیکھ کر حیرت نہیں کہ یوحنا اُس شان و شوکت کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا۔

:آیت 17

"اور جب میں نے اُسے دیکھا، تو اُس کے قدموں میں مُردہ سا گر پڑا۔" نہ صرف اُس نے عاجزی کی حالت اختیار کی، بلکہ وہ اس قدر دہشت زدہ ہوا کہ ہوش کھو بیٹھا۔ یہ وہی شخصیت ہے جس کے سینے پر یوحنا نے اپنا سر رکھا تھا، لیکن اب وہ ایسے جلال میں ظاہر ہوا جیسا پہلے کبھی نہ دیکھا۔ وہ نہ تو آخری عشاء میں ایسا نظر آیا، نہ صلیب پر، نہ کوہ تجلی پر، نہ ہی قیامت کے بعد۔ یہ ایک خاص مکاشفاتی تجلی تھی—اتنی زیادہ کہ الہی رازوں کے عارف یوحنا کی بھی برداشت سے باہر تھی۔

:آیات 17-18

اور اُس نے اپنا دہنا ہاتھ مجھ پر رکھا اور کہا: خوف نہ کر؛ میں اوّل اور آخر ہوں، اور وہ ہوں جو زندہ ہے اور مُردہ تھا، اور "دیکھ، میں ابدالآباد زندہ ہوں، آمین؛ اور موت اور عالم اموات کی کنجیاں میرے پاس ہیں۔ یہی وہ عظیم تسلی ہے جو خُدا کے لوگوں کو پستی میں ملتی ہے—کہ یسوع زندہ ہے، یسوع حکمران ہے، یسوع ہمیں تسلی دیتا ہے، اور اپنی قدرت کے جلال میں ہمارے قریب آتا ہے۔

:آیات 19-20

پس تُو ان باتوں کو لکھ دے جو تُو نے دیکھی ہیں، اور جو ہیں، اور جو بعد میں ہونی ہیں۔" سات ستاروں کا بھید جو تُو نے میرے دہنے ہاتھ میں دیکھے، اور سات سونے کے چراغ دانوں کا: سات ستارے سات کلیسیاؤں کے فرشتے ہیں؛ اور سات چراغ دان سات کلیسیائیں ہیں۔

آمین۔